حافظ محمد سمیع اللہ فراز ☆
محمد فیروز الدین شاہ کھگہ ☆☆

تحریکِ استشراق اور اس کے اہداف و مقاصد

استشراق (Orientalism) کی اصطلاح قدیم عربی لغات میں مفقود ہے اور موجودہ مفہوم میں بھی عربوں میں کبھی اس کا استعمال نہیں رہا، بلکہ یہ لفظ غیر مسلم مفکرین کا وضع کردہ ہے جس کے لیے عربی میں 'استشراق' کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ لفظ "Orient" بمعنی مشرق اور "Orientalism" کا معنی شرق شناسی یا مشرقی علوم وفنون اور ادب میں مہارت حاصل کرنے کے ہیں۔ مستشرق (استشرق کے فعل سے اسم فاعل) سے مراد ایک ایسا شخص ہے جو بتکلف مشرقی بنتا ہو (۱)۔ مستشرق ایک ایسے غیر مشرقی عالم کو کہتے ہیں جو مشرقی علوم، ادب اور معاشرت وغیرہ میں دلچسپی رکھتا ہو، تاہم 'زلفو مدینہ' کے دیے گئے معانی اور لفظ کے عام استعمال کی روشنی میں مستشرق کے مفہوم کی مزید تحدید بھی ہو سکتی ہے جس کے پیشِ نظر مستشرق مغرب کے ایک ایسے عالم کو کہا جاتا ہے جو اسلام، اسلامی تہذیب، اسلامی معاشرت اور اسلامی زبانوں میں دلچسپی رکھتا ہو (۲)۔

ایڈورڈ سعید (Edward Said) نے استشراق کو یورپین تہذیب وثقافت کا جزوِ لاینفک قرار دیا ہے جو اس کے افراد کے تخیلات، نظریات اور دیگر تمام پہلوؤں پر کسی نہ کسی طرح اثر انداز ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے اس کے نزدیک استشراق کی تعریف میں زیادہ وسعت پائی جاتی ہے۔ وہ اس کی وضاحت ان الفاظ میں کرتا ہے:

"Anyone who teaches, writes about, or researches the orient--and this applies weather the person is an anthropologist, sociologist, historian or philologist--either in its specific or its general aspects, is an orientalist, and what he or she says or

☆ ایم فل علومِ اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی لاہور؛ مدرس مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ، ریسرچ آفیسر سیرت سٹڈی سنٹر سیالکوٹ
☆☆ ایم فل علومِ اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی لاہور، انسٹرکٹر فار اسلامک سٹڈیز ان نیشنل یونیورسٹی (Fast) لاہور کیمپس

does is orientalism."(3)

یعنی مسلمانوں کی تہذیب وثقافت کے کسی بھی شعبہ سے متعلق تحقیق کرنے والے کو مستشرق کہا جائے گا۔ ڈاکٹر احمد عبدالحمید غراب نے اپنی کتاب ''رؤیۃ اسلامیۃ للاستشراق ''میں استشراق کی متعدد تعریفات ذکر کی ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ مغربی ممالک کے استعماری فکر کے حامل سکالرز، اپنی نسلی برتری کے نظریہ کی بنیاد پر مشرق پر غلبہ حاصل کرنے کے لیے اس کی تاریخ، تہذیب، ادیان، زبانوں، سیاسی اور اجتماعی نظاموں، ذخائر دولت اور امکانات کا جو تحقیقی مطالعہ غیر جانبدارانہ تحقیق کے عنوان سے کرتے ہیں اسے استشراق کہا جاتا ہے۔(۴)

استشراق کی ذکر کردہ تعریفات کا حاصل یہ ہے کہ مغربی اہلِ کتاب، مسیحی مغرب کی 'اسلامی مشرق' پر نسلی اور ثقافتی برتری کے زعم کی بنیاد پر مسلمانوں پر اہلِ مغرب کا تسلط قائم کرنے اور مسلمانوں کو اسلام کے بارے میں گمراہی اور شک میں مبتلا کرنے اور اسلام کو مسخ شدہ صورت میں پیش کرنے کی غرض سے مسلمانوں کے عقیدہ، ثقافت، شریعت، تاریخ، نظام اور وسائل و امکانات کا جو مطالعہ غیر جانبدارانہ تحقیق کے دعوی کے ساتھ کرتے ہیں، اسے استشراق کہا جاتا ہے۔(۵)

'استشراقیت' کی جس قدر بھی تعریفات ذکر کی گئی ہیں، ان سب میں مشرقی علوم کا درک حاصل کرنے کی قید لگائی گئی ہے لیکن ہمارے خیال میں تحریکِ استشراق اور مستشرقین کی تحدید جغرافیائی اعتبار سے نہیں ہوسکتی کیونکہ مستشرقین کا اصل ہدف اسلام اور اس کی تعلیمات ہیں، خواہ وہ جہاں کہیں بھی ہوں۔ اسی مفہوم کو دورِ جدید کے اکثر محققین علما نے اختیار کیا ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر ابراہیم الفیومی لکھتے ہیں کہ ''مشرق سے مراد جغرافیائی مفہوم نہیں بلکہ اس سے مراد زمین کے وہ خطے ہیں جن پر اسلام کو فروغ حاصل ہوا، خواہ وہ بلادِ مشرق سے خارج ہوں''(۶) البتہ دیگر تعریفات اس لحاظ سے درست قرار دی جاسکتی ہیں کہ اسلام اور اس کی تعلیمات کا اصل مرکز مشرق ہی ہے اور یہیں سے اسلامی تہذیب وثقافت نے جنم لیا۔

تحریکِ استشراق کے آغاز کی تاریخ، درحقیقت دینِ اسلام کے وجود کے ساتھ ہی وقوع پذیر ہوگئی تھی تاہم "Orientalism" کی اصطلاح یورپین زبانوں میں اٹھارویں اور انیسویں صدی میں رائج ہوئی۔ تحریک استشراق کے آغاز کے متعلق ہمیں متعدد آرا ملتی ہیں۔ بعض محققین کی رائے میں اس کا آغاز نویں صدی عیسوی میں ہوا جب 'اہلِ مالقہ' نے اسلامی ثقافت کو داغ دار کرنے کے لیے کلام، ادب اور احکامی کتب کا مطالعہ کرنا شروع کیا اور اس سلسلہ میں اچھا خاصا زرِ نقد صرف کیا(۷)۔ دوسری رائے کے مطابق اس تحریک کی ابتدا دسویں صدی میں اس وقت ہوئی جب ایک فرانسیسی 'جربردی' اور 'الیاک' (1003-940) 'اشبیلیۃ' اور 'قرطبۃ' کی جامعات میں علومِ اسلامیہ پر دسترس حاصل کرنے کے بعد 999ء سے 1003ء تک پاپائے روم کے عہدہ پر متعین رہا(۸)۔ بعض محققین کے نزدیک

تحریکِ استشراق کا باقاعدہ آغاز تیرہویں صدی عیسوی میں ہوا جب الفونس دہم نے 1269ء میں 'مریسلیا' میں تقابلِ ادیان کے حوالے سے ایک ادارہ ابوبکر رقوطی کے زیرِ نگرانی قائم کیا۔ اسی ادارے میں قرآن کا ہسپانوی زبان میں ترجمہ کیا گیا، اسی عہد میں فریڈرک دوم (شاہِ سسلی) نے بھی اسلامی موضوعات پر مشتمل کتب کے تراجم کرائے اور ان کو یورپ کے تعلیمی اداروں اور یونیورسٹیوں میں بھیجا (۹)۔

آنحضور ﷺ کے معاصر یہود و نصاریٰ کی مخالفت کے بعد سب سے پہلے جس نے اسلام کے خلاف اس تحریک کا آغاز کیا، وہ ساتویں صدی عیسوی کا ایک پادری جان (John) تھا جس نے آنحضور ﷺ کے بارے میں طرح طرح کی جھوٹی باتیں گھڑیں اور لوگوں میں مشہور کر دیں تاکہ آپ ﷺ کی سیرت و شخصیت ایک دیو مالائی کردار سے زیادہ دکھائی نہ دے۔ 'جان آف دمشق' کی یہی خرافات مستقبل کے استشراقی علما کا ماخذ و مصدر بن گئیں۔ اس نے حضرت زینب بنت جحشؓ اور زید بن حارثہؓ کے واقعہ کو ایک افسانہ بنا دیا، یہی افسانے یورپ میں کلاسیکل موضوعات بن گئے اور آج تک مستشرقین کے محبوب موضوعات ہیں۔ جان آف دمشق کے بعد عیسائی دنیا کے بیسیوں عیسائی اور یہودی علما نے قرآنِ کریم اور آنحضور ﷺ کی ذاتِ گرامی کو کئی سو سال تک موضوع بنائے رکھا اور ایسے ایسے حیرت انگیز افسانے تراشے جن کا حقیقت کے ساتھ دور کا بھی واسطہ نہ تھا۔ ان ادوار میں زیادہ زور اس بات پر صرف کیا گیا کہ آپ ﷺ اُمّی نہیں بلکہ بہت پڑھے لکھے شخص تھے، تورات اور انجیل سے اکتساب کر کے آپ ﷺ نے قرآنی عبارتیں تیار کیں۔ بہت بڑے جادوگر ہونے کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ (العیاذ باللہ) حد درجہ ظالم، سفاک اور جنسی طور پر پراگندہ شخصیت کے حامل تھے۔ فرانسیسی مستشرق کاراڈی فوکس (Carra de Vaux) نے آنحضور ﷺ کی ذاتِ گرامی کے بارے میں لکھا ہے کہ ''محمد ایک لمبے عرصے کے لیے بلادِ مغرب میں نہایت بری شہرت کے حامل رہے اور شاید ہی کوئی اخلاقی برائی اور خرافات ایسی ہو جو آپ کی جانب منسوب نہ کی گئی ہو''۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ اسلام کی آمد سے کم و بیش سات آٹھ سو سال بعد تک مغربی ممالک میں اسلام کے خلاف نفرت ناکافی اور ادھوری معلومات کی بنیاد پر ہی پنپتی رہی۔ مثال کے طور پر گیارہویں صدی عیسوی کے آواخر میں Song of Roland جو پہلی صلیبی جنگوں کے دوران ہی وضع کیا گیا اور بہت مشہور ہوا، اسی طرح کی بیہودہ باتوں پر مشتمل تھا (۱۰)۔

مستشرقین کے علمی مصادر، اس تحریک کے آغاز اور اہداف و مقاصد کے متعلق قطعاً خاموش ہیں۔ غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح مستشرقین اپنے مقاصد کو پوشیدہ رکھنے کی حکمتِ عملی پر کاربند ہیں اسی طرح وہ اپنے نام کی بھی تشہیر نہیں چاہتے۔ یہ تحریک صدیوں مصروفِ عمل رہی لیکن اس تحریک کا کوئی باضابطہ نام نہ تھا۔ آربری کہتا ہے کہ ''Orientalist کا لفظ پہلی مرتبہ 1630ء میں مشرقی یا یونانی کلیسا کے ایک پادری کے لیے استعمال ہوا''۔ روڈنسن کہتا ہے کہ ''Orientalism یعنی استشراق کا لفظ انگریزی زبان میں 1779ء میں داخل ہوا اور فرانس کے کلاسیکی

لغت میں اس کا اندارج 1838ء میں ہوا حالانکہ عملی طور پر تحریکِ استشراق اس سے کئی صدیاں پہلے وجود میں آ چکی تھی اور پورے زور وشور سے مصروفِ عمل تھی'' (۱۱)۔

تحریکِ استشراق کے معرضِ وجود میں آنے کا سب سے بنیادی محرک دینی تھا لیکن اس کے ساتھ ساتھ سیاسی اور اقتصادی محرکات بھی کسی نہ کسی طریقہ سے شامل رہے ہیں۔ مولانا ابوالحسن علی ندوی نے اس کے چار محرکات کا تذکرہ کیا ہے:

۱۔ استشراق کا سب سے بڑا مقصد مذہبِ عیسوی کی اشاعت وتبلیغ اور اسلام کی ایسی تصویر پیش کرنا ہے کہ مسیحیت کی برتری اور ترجیح خود بخود ثابت ہو اور نئی نسل کیلئے مسیحیت میں کشش پیدا ہو۔

۲۔ دینی محرک کے علاوہ سیاسی عنصر بھی قابلِ غور ہے جس کا مرکزی نقطہ مشرق میں مغربی حکومتوں اور اقتدار کے ہراول دستہ (Pioneer) کی موجودگی اور مغربی حکومتوں کو علمی کمک اور رسد پہنچانا ہے۔ نیز ان مشرقی اقوام وممالک کے رسم ورواج، طبیعت ومزاج، طریقِ ماندوبود اور زبان وادب بلکہ جذبات ونفسیات کے متعلق صحیح اور تفصیلی معلومات باہم پہنچانا ہے (۱۲)۔

۳۔ استشراق کا اہم محرک اقتصادی طور پر مضبوط ہونا ہے۔ متعدد مغربی لوگ اس فکر کی ترویج میں اپنا کردار ادا کر کے مشرقیات اور اسلامیات کی کتابیں تحریر کرتے ہیں جن کی یورپ اور ایشیا میں بہت بڑی منڈی ہے۔ اس ذریعہ سے وہ ناشرین سے ایک پیشہ وَر مستشرق کی حیثیت سے بہت سے مالی فوائد حاصل کرتے ہیں (۱۳)۔

۴۔ ان مقاصد کے علاوہ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ بعض فضلا مشرقیات واسلامیات کو اپنے علمی ذوق وشغف کے ماتحت بھی اختیار کرتے ہیں اور اس کے لیے دیدہ ریزی، دماغ سوزی اور جفاکشی سے کام لیتے ہیں جس کی داد نہ دینا ایک اخلاقی کوتاہی اور علمی ناانصافی ہے۔ ان کی مساعی سے بہت سے مشرقی واسلامی علمی جواہرات ونوادر پردۂ خفا سے نکل کر منصۂ شہود پر آئے۔ متعدد اعلیٰ اسلامی مآخذ اور تاریخی وثائق ان کی محنت وہمت سے پہلی مرتبہ شائع ہوئے۔ اس علمی اعتراف کے باوجود مستشرقین عمومی طور پر اہلِ علم کا وہ بدقسمت اور بے توفیق گروہ ہے جس نے قرآن وحدیث، سیرتِ نبوی، فقہِ اسلامی اور اخلاق وتصوف کے سمندر میں بار بار غوطے لگائے اور بالکل خشک دامن اور تہی دست واپس آیا بلکہ اس کا عناد، اسلام سے دوری اور حق کے انکار کا جذبہ اور بڑھ گیا۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ ان کے نزدیک نتائج ہمیشہ مقاصد کے تابع ہوتے ہیں (۱۴)۔

مستشرقین اسلامی علوم میں تحقیق کے دوران اپنے اساسی مقاصد کو قطعاً نظر انداز نہیں کرتے، وہ اسلامی ثقافت وتاریخ کو اس کے مقامِ رفیع سے گرانے، عیب دار کرنے اور اس کی اصل صورت اور حقیقت کو دھندلا کرنے میں اپنے تمام تر وسائل بروئے کار لاتے ہیں تاکہ یورپ میں عیسائی معاشرہ اسلامی تعلیمات سے متاثر نہ ہونے پائے۔

مستشرقین کے پیش نظر جہاں یورپ میں دخولِ اسلام کی شرح میں اضافہ اور مسیحی معاشرے کے اسلامی تعلیمات سے متاثر ہو کر اس کو قبول کرنے کے متعلق خوف وہراس اور خدشات کے بادل سایہ فگن ہیں، وہاں چند اہم اور مرکزی اہداف بھی ہیں جن کو سمجھنے کے بعد ہم یہ رائے قائم کرنے میں بالکل حق بجانب ہوں گے کہ مستشرقین اس نام نہاد تحقیق کے پردہ میں اسلام اور اہلِ اسلام میں فتنہ وفساد اور فکری وذہنی انتشار پیدا کرنے کے درپے ہیں۔ ساتھ ہی ہم پر اہلِ استشراق کے قرآن اور اس کی قراءات کے متعلق کیے گئے اعتراضات کی حقیقت بھی واضح ہوگی جن کا علمی زاویوں سے دور کا بھی تعلق نہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ مستشرقین اسلام میں طعن اور عیوب تلاش کرنے اور اس کے حقائق کی تحریف کرنے میں ہمہ وقت مصروف رہتے ہیں تاکہ وہ مسیحی دنیا کو یقین دلا سکیں کہ اسلام ایک منتشر، متنازعہ اور جامد دین ہے۔ اس میں لچک (Flexibility) نہیں اور نہ ہی یہ تہذیبِ حاضر اور تقاضوں کا ساتھ دے سکتا ہے۔ انہی عنوانات سے وہ مسلمانوں کے قلوب وعقائد پر بھی دستک دیتے ہیں اور متعدد شکوک وشبہات پیدا کر کے ان کے دلوں میں مغربی تہذیب کی فوقیت اور دیگر پہلوؤں سے اپنے مذہبی، مشنری اور سیاسی مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے فضا کو سازگار کرتے ہیں۔ غرض مستشرقین اسلام کی تعلیمات اور نبی پاک ﷺ کی ذات میں دشمنی کی روح پیدا کر کے تجربات کرتے ہیں اور اسلام کو اس انداز میں پیش کرتے ہیں کہ گویا یہ ایک ایسا جامد دین ہے جو زمانہ کے ارتقائی مدارج کا ساتھ دینے کی صلاحیت نہیں رکھتا (۱۵)۔

اسلام کے متعلق اوہام اور تشکیک پیدا کرنا مستشرقین کے اہم مقاصد میں سے ہے اور وہ اس مقصد کی تکمیل کے لیے مختلف اقدامات کرتے ہیں۔ متعدد مستشرقین کی ابحاث اسی نظریہ کا نتیجہ معلوم ہوتی ہیں۔ اس حوالہ سے ان کے چند نکات عام طور پر مروج ومشہور ہیں۔ مثلاً اسلامی تعلیمات میں وقت کے تقاضوں کے مطابق اصلاح اور جدت کی ضرورت ہے اور روایت پسندی، رجعت پسندی اور دقیانوسیت پر مبنی تعلیمات کو ترک کرنا پڑے گا۔ اس سلسلہ میں وہ مغرب کے علمی اور سائنٹیفک انداز کو اپنانے کی ترغیب دیتے ہیں۔ مستشرقین اسلام میں ایک ایسے اجتہاد کا تصور دیتے ہیں جو کتاب وسنت اور اجماعِ امت سے بالکل بے نیاز ہے۔ حدیث اور سنت کو عقلی دلائل کے ذریعہ غیر ضروری قرار دیا گیا ہے۔ اس صورتِ حال میں ظاہر ہے کہ دین کا جو نقشہ سنت کو خارج کر کے معرضِ وجود میں آئے گا، اس میں قرآن کو ذاتی اغراض کی خاطر من مانے معانی پہنائے جا سکیں گے (۱۶)۔

مولانا شمس الحق افغانی اس سلسلہ میں لکھتے ہیں:

> ’’اب مستشرقین نے اسی نصب العین (تشکیک) کی تکمیل کے لیے حربی اور سیاسی میدانوں کو ناکافی سمجھ کر علمی میدان میں قدم رکھا اور استشراق کے اسلحہ سے مسلح ہو کر مسلمانوں کے یقین کو کمزور کرنے اور تشکیک کا زہر پھیلانے کے لیے اسلامی تحقیق کے نام سے لاکھوں کروڑوں روپے خرچ کر کے تصانیف لکھنی شروع کیں تاکہ

اپنے مقصد میں اس راہ سے کامیاب ہو سکیں‘‘۔(۱۷)

اسلامی شریعت کے قوانین کو بھی مستشرقین نے بڑی غیر واقعی نظر سے دیکھا ہے۔ اس سلسلہ میں وہ ائمہ مجتہدین پر نقد کی غرض سے جدید دور کے مغرب پرست اور مغرب سے مرعوب افراد کو بھی استعمال کرنے سے گریز نہیں کرتے۔ وہ مسلمانوں کو دین اسلام کے قوانین میں سختی اور غیر معقول زاویوں کی نشان دہی کرواتے ہیں اور اس پس منظر میں وہ یہ خواہش بھی رکھتے ہیں کہ اسلام کے ان وضعی قوانین کو تبدیل کیا جائے جن میں دراصل امت کے لیے خیر اور بھلائی پوشیدہ ہے(۱۸)۔

سنتِ نبویہ کی صورت کو دھندلا کرنے کی کوشش میں بھی کئی وسائل استعمال کیے گئے ہیں۔ اس سلسلہ میں گولڈ زیہر اور 'شاخت' اس قبیلہ کے زعما میں شمار ہوتے ہیں جنہوں نے سنت کے حوالے سے شبہات اٹھائے اور ان کے بعد متعدد مستشرقین نے اس کو اپنا موضوعِ بحث بنایا لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ سب انہی کے خوشہ چین تھے۔ احادیث پر شبہات کے ضمن میں یہ بات دلچسپی سے خالی نہیں کہ گولڈ زیہر اور شاخت نے مصادرِ اسلامیہ کو سامنے رکھنے کی بجائے 'کتاب الاغانی'، 'کتاب الحیوان اور قصے کہانیوں کی کتب کو احادیث کا مصدر مقرر کیا ہے اور شاید یہود ونصاریٰ اس سے بڑھ کر کچھ کر بھی نہ سکتے تھے۔ یہ مقام اِن شبہات کے بیان کرنے کا نہیں البتہ یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ اس ضمن میں ان کا ہدف صرف مسلمانوں کے ذہنوں میں جھوٹے اقوال وخیالات سے انتشار پیدا کرنا ہے، وگرنہ یہ اعتراضات حقائق ودلائل اور براہین سے بالکلیہ عاری ہیں۔

نبی کریم ﷺ کی شخصیت بھی ہمیشہ سے ہی کفار اور اعداءِ اسلام کی تنقید کا ہدف رہی ہے۔ ان کے بقول اللہ کے رسول ﷺ بحیرہ راہب سے جب ملے تو کچھ عرصہ ان سے دینی تعلیمات سیکھتے رہے۔ دوسرا بنیادی اعتراض آپ کی شخصیت کے حوالے سے تعددِ ازدواج کا ہے۔ اس قضیہ کو بھی وہ آپ کی شخصیت میں طعن کا ذریعہ بناتے ہیں اور دین میں تشکیک پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں(۱۹)۔

اسلامی تاریخ کی تحریف میں بھی مستشرقین نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہے اور جس سطح تک اس کی ثقافت اور بنیادوں کو حقیقی انداز سے بدل کر پیش کر سکتے تھے، اس میں انھوں نے کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ تاریخِ اسلامی کی مبادیات اور اس کے متعلق غلط معلومات کو پھیلا کر وہ دراصل یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ انسانی تہذیب کی تاریخ میں اسلام کا کوئی کردار نہیں(۲۰)۔

حقیقت یہ ہے کہ مستشرقین کافی عرصہ سے اس مقصد کے حصول کے لیے تگ ودو کر رہے ہیں اور اسلام کے روشن زاویوں کو دھندلا کرنے کے درپے ہیں تاکہ وہ بنیاد جو جمہور مسلمان علما نے قائم کی ہے، اس کو گرا دیا جائے اور اسلامی تاریخ کی ایک نئی بے معنی شکل پیدا کی جائے(۲۱)۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ امتِ مسلمہ عموماً اور علماءِ دین خصوصاً، مستشرقین اور ملحدین و متجددین کے ساتھ اس علمی محاربہ میں اپنے زاویۂ نگاہ کو وسعت دیتے ہوئے خالص علمی و تحقیقی رسوخ حاصل کریں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اس ضمن میں سب سے بنیادی ذمہ داری مدارسِ عربیہ کی ہے کہ وہ مدارس میں بنیادی اسلامی مصادر کے تعارف کے ساتھ ساتھ ''تحریکِ استشراق'' کا تفصیلی مطالعہ اور جدید اصولِ تحقیق و تصنیف بھی شاملِ نصاب کریں کیونکہ مدارس کے طلبہ، علومِ دینیہ کی قربت کی وجہ سے، تحریکِ استشراق کا مضبوط سدِ باب کرنے کی بہتر صلاحیت رکھتے ہیں۔ ہمیں اس حقیقت کے اعتراف میں تامل نہیں ہونا چاہیے کہ مدارسِ دینیہ سے فارغ التحصیل طلبہ، تمام تر صلاحیتوں کے باوجود، مغرب سے اٹھنے والی کسی قسم کی شورش و تحریک کا جواب دینا تو کجا، اس کے تعارف سے بھی محروم ہوتے ہیں۔ ہمارے خیال میں، اولاً مدارسِ عربیہ کا نصاب تشکیل دینے والے ذی قدر علما اور ثانیاً مدارس کے اکابر اساتذہ کو اس اہم حقیقت پر فوراً عمل درآمد کرتے ہوئے کم از کم آخری تین درجات (عالیہ، موقوف اور دورۂ حدیث) کے طلبہ کے لیے ''الاستشراق'' کو لازمی قرار دینا چاہئے تاکہ ہم اسلامی اقدار کے حقیقی محافظ ثابت ہو سکیں۔

حواشی

(۱) شرف الدین اصلاحی، مستشرقین، استشراق اور اسلام، ص۴۸ تا ۵۰، معارف دار المصنفین اعظم گڑھ، ۱۹۸۶ء

(۲) محمد یوسف رامپوری، تحریک استشراق، ص۳۴ و ۳۵، مجلّہ دارالعلوم دیوبند، مارچ ۱۹۸۸ء ___ استشراق کے لغوی واصطلاحی مفہوم کی تفصیل کے لیے ڈاکٹر اکرم چوہدری کا مقالہ ''استشراق'' (۵۶۵ و ۵۶۶) ملاحظہ ہو۔

(۳) Edward Said, Orientalism: a Breif Definition, p.1, New York, Vintage, 1979

(۴) ڈاکٹر احمد عبدالحمید غراب، رویۃ اسلامیۃ للاستشراق، ص۷ و ۸، دار الاصالۃ للثقافۃ والنشر والاعلام الریاض، ۱۹۸۸ء

(۵) نفس المصدر: ص۹

(۶) ڈاکٹر محمد ابراہیم الفیومی، الاستشراق رسالۃ الاستعمار، ص۱۴۴، دار الفکر العربی قاہرہ مصر، ۱۹۹۳ء

(۷) ڈاکٹر محمد احمد دیاب، اضواء علی الاستشراق والمستشرقین، ص۱۳، دار المنار قاہرۃ مصر، ۱۹۹۹ء

(۸) مرجع سابق

(۹) نفس المصدر: ص۱۴

(۱۰) ڈاکٹر محمد اکرم چوہدری، استشراق، ص ۵۶۷، اردو دائرۂ معارفِ اسلامیہ، لاہور

(۱۱) پیر کرم شاہ الازہری، ضیاء النبیؐ، ۱۲۰/۶، مکتبہ ضیاء الاسلام، لاہور

(۱۲) مولانا سلمان شمسی ندوی، اسلام اور مستشرقین (ضمیمہ: ص۱۲ ملخصاً)، الندوی ابوالحسن سید، الاسلامیات بین کتابات

المستشرقین والباحثین المسلمین ،ترجمہ اردو: فیروز الدین شاہ وحافظ سمیع اللہ فراز ،تحت اشراف: ڈاکٹر محمد اکرم چوہدری، جامعہ پنجاب لاہور،۲۰۰۳ء

(۱۳) نفس المصدر: ص ۱۳

(۱۴) نفس المصدر: ص ۱۴

(۱۵) علی حسنی الخربوطلی ،المستشرقون،ص ۸۳......و......عمر فروخ،التبشیر والاستعمار فی البلاد العربیة،ص ۲۴ و ۲۵،مکتبۃ العصریۃ صیداء، بیروت، ط ۴، ۱۳۹۰ھ

(۱۶) مولانا سلمان شمسی ندوی، اسلام اور مستشرقین (ضمیمہ: ص ۲۲ ملخصاً)

(۱۷) مولانا شمس الحق افغانی،علوم القرآن،ص ۱۲۰، مکتبہ اشرفیہ لاہور

(۱۸) حسین محمد محمد،الاتجاهات الوطنية فی الادب المعاصر ،۱/۵۹،موسسۃ الرسالۃ بیروت،س۔ن۔

(۱۹) حکیم محمد طاہر، السنة فی مواجهة الاباطیل ،۳۸/۳۹۰،منشورات دعوۃ الحق ،رابطۃ العالم الاسلامی مکہ،۱۴۰۲ھ

(۲۰) انور الجندی،المستشرقون والسیرة النبویة ،ص ۹۷،مجلۃ البحث الاسلامی،العدد الخاص عن الاستشراق،رمضان ۱۴۰۲ھ......

مزید ملاحظہ ہو: ڈاکٹر عبد الستار فتح اللہ،الغزو الفکری والتیارات المعادیة للاسلام ،ص ۲۶،مکتبۃ المعارف الریاض، ط ۲، ۱۳۹۹ھ

(۲۱) محمد غزالی،دفاع عن العقیدة والشریعة ضد مطاعن المستشرقین ،ص ۱۳ و ۱۴،دار الکتب الحدیثۃ مصر، ط ۳، ۱۳۸۴ھ

الشریعہ

اسلامی ویب سائٹ

اردو زبان میں

اسلام کیا ہے؟	مضامین ومقالات
ماہنامہ الشریعہ	آپ نے پوچھا
اسلامی ویب سائٹس	ڈائریکٹری

www.alsharia.org